عالم اسلام کی تجدیدی و اصلاحی تحریکات

اپنے سیاسی پس منظر میں

محمود احمد غازی

(۲)

سلطنت مغلیہ، ہندوستان

اٹھارویں صدی شمسی کے ابتدائی سات سال محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۱۷۰۷ء) کے عہد حکومت کے آخری ایام تھے۔ اورنگ زیب نے جو فی الحقیقت مسلم ہندوستان کا آخری مسلمان حکمراں تھا نہایت مصروف اور بھر پور زندگی گذاری۔ اس کی کل مدت حکومت باون ۵۲ سال ہے، اسلامی ہندوستان کی تاریخ میں اس قدر طویل مدت تک کوئی فرمانروا تخت سلطنت پر نہیں رہا۔ اورنگ‌زیب عالمگیر کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ہندوستان کی ڈوبتی ہوئی مسلم حکومت کو نہ صرف سہارا دیا بلکہ اس کی عمر میں بھی خاصا اضافہ کر دیا، اس سلسلہ میں اس کو نہ صرف ان سینکڑوں عوامل و محرکات کے خلاف جنگ کرنی پڑی جو مغلیہ سلطنت کو تباہی کے گڑھے میں قریب قریب دھکیل چکے تھے بلکہ اس نے ان قوتوں سے بھی نبرد آزمائی کی جو مغلوں کی جگہ لینے کے لئے تیزی سے ابھر رہی تھیں۔ انسانی تاریخ میں بہت کم ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں جنھوں نے اس قدر غیر موافق حالات میں یکہ و تنہا ہوکر بھی تاریخی عمل کا دھارا موڑ دیا ہو اور تاریخی قوتوں کو اپنے اثرات ظاہر کرنے سے ایک طویل عرصہ کے لئے روک دیا ہو، اورنگ زیب عالمگیر کا شمار بلا شبہ انھی تاریخی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔

اٹھارویں صدی شمسی کا جب آغاز ہو رہا تھا تو اورنگ‌زیب ایک طرف متھرا میں جاٹوں، مالوہ میں چیت‌رائے اور چتراسل رائے، پٹیالہ اور الور میں ستنامیوں اور پنجاب میں سکھوں سے برسر پیکار تھا، دوسری طرف جنوب میں مرہٹوں اور مارواڑ میں راجپوتوں کی بغاوت جاری تھی(۱)۔

۱۷۰۷ء اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں جانشینی کی جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں اس کا سب سے بڑا بیٹا معظم شاہ کامیاب ہوا اور بہادر شاہ کے لقب سے تخت دھلی پر بیٹھا، لیکن یہ جنگ ابھی پورے طور پر ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ نئے حکمراں کو تخت نشینی کے فوراً ھی بعد اپنے ایک اور بھائی کام‌بخش کے خلاف جنگ کرنی پڑی، بالآخر دو سال کی معرکہ آرائی کے بعد ۱۷۰۹ میں کام بخش کو شکست ہوئی اور بہادر شاہ نے بلا شرکت غیرے حکومت کرنی شروع کی۔ حکومت پر مکمل اختیار حاصل کر لینے کے بعد اس نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ تشیع کا رنگ اختیار کر لیا اور اورنگ‌زیب کی جاری کردہ بہت سی پالیسیاں بدل ڈالیں(۲)۔ مرہٹوں اور راجپوتوں کے معاملہ میں اس کا رویہ نرم بلکہ نیازمندانہ ہو گیا، لیکن جلد ھی مرہٹوں میں آپس میں خانہ جنگی ہوگئی جس کی وجہ سے سردست ان کی ترکتازیوں کا رخ مغلوں کی طرف نہ رہا، راجپوتوں سے

۱۔ اوون سڈنی: ہندوستان کی حالت کمپنی کے عہد میں ۔ ترجمہ سید ہاشمی فریدآبادی، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۰ صفحات ۱۰۱-۱۱۷، رچرڈ برن (ایڈیٹر) Cambridge History of India جلد چہارم، صفحات ۲۸۱-۳۱۸ وغیرہ میں اورنگ زیب کے ان مصروفیات کی مختصر تفصیلات مل سکتی ہیں۔

۲۔ محمد میاں دھلوی: علمائے ہند کا شاندار ماضی، حصہ دوم مطبوعہ مرادآباد، تاریخ اشاعت درج نہیں صفحات ۸۱-۸۲ لیکن ڈاکٹر سید معین الحق کی رائے میں بہادرشاہ کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ شیعہ مذھب کی طرف رجحان رکھتا ہے۔ اس تاثر کو اس کے ان احکام سے بھی تقویت ملی جن کے مطابق اس نے خطبہ میں حضرت علی کے لئے وصی مصطفی کی اصطلاح استعمال کرنے کا حکم دیا تھا ۔ ان احکامات پر عوام نے شدید اعتراض کیا، لاھور میں تو کچھ دنوں تک سرے سے خطبہ پڑھا ھی نہ جاسکا۔ بعد میں بعض علماء کے سمجھانے سے بہادر شاہ نے یہ احکامات واپس لے لئے ۔ A History of Freedom Movement جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ صفحہ ۸۵

بہادر شاہ نے خود صلح کرلی اور ان کو داخلی خود مختاری دیدی۔ مرہٹوں اور راجپوتوں سے کچھ دیر کے لئے یکسوئی حاصل ہوئی تھی کہ پنجاب میں سکھوں نے بندے سنگھ کی سرکردگی میں بغاوت کردی جس کو فرو کرنے کے لئے بہادر شاہ خود فوج لے کر گیا اور باغیوں کی فوجوں کو تتربتر کر آیا۔

۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ کے انتقال پر پھر جنگ اقتدار شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں اس کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ نالائق لڑکا جہاندار شاہ اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تخت نشین ہوا۔ اس مہم میں ذوالفقار خاں نامی ایک شیعہ سردار جہاندار شاہ کا دست راست تھا، جہاندار شاہ نے تاج پہنتے ہی سب سے پہلے ذوالفقار خاں کی خدمات کا صلہ چکایا اور اس کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ جہاندار شاہ کا دور حکومت اپنے تمام پیشروؤں کے مقابلہ میں بدترین دور تھا، بدنظمی، ہنگامے، ماردھاڑ، بدامنی اور بداخلاقی بہت جلد اپنے عروج کو پہنچ گئی، جہاندارشاہ کے دور حکومت میں برصغیر کی اخلاقی حالت کے بارے میں تاریخ ہندوستان کے ممتاز مورخ مولوی ذکاءاللہ لکھتے ہیں :

''جہاندار شاہ کے عہد ناپائیدار میں فسق و فجور کی بنیاد مستحکم ہوئی، قوالوں اور کلاوتوں و ڈوم ڈھاریوں کے گانے اور راگ کا بازار گرم ہوا، قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور مفتی پیالہ نوش ہو،،(۳)۔ لیکن یہ صورت زیادہ عرصہ نہ رہی، چند ہی ماہ بعد جہاندارشاہ کا بھتیجا فرخ سیر پسر اعظم شاہ اس کے مقابلہ میں تخت کا دعویدار بن کر اٹھ کھڑا ہوا اور بارھہ کے دو شیعہ بھائیوں حسین علی اور عبداللہ کے تعاون سے تخت پر قابض ہوگیا، تخت پر قبضہ کرتے ہی اس نے سب سے پہلے جہاندار شاہ کو قتل کرادیا(۴)۔

فرخ سیر نہایت ہی کمزور حکمران ثابت ہوا۔ اس نے حکومت کے تمام

۳۔ مولوی ذکاءاللہ : تاریخ ہندوستان، جلد ۹ صفحہ ۸۹

۴۔ ڈاکٹر معین الحق : حوالہماقبل صفحہ ۸۸۔

معاملات سادات بارھہ کو سونپ دئے، عبداللہ خاں کو وزیر اعظم اور حسین علی خاں کو فوج کا کمانڈرانچیف بنادیا(۵)۔ یہ دونوں بھائی اس قدر بااختیار و بارسوخ ہوگئے تھے کہ انھوں نے بادشاہگروں کی حیثیت اختیار کرلی اور ایک مدت تک اپنی اس حیثیت کو قایم رکھا۔ جس کو اپنے ڈھب کا پاتے تخت حکومت پر لابٹھاتے اور جب اس سے دل بھر جاتا یا اس سے ناراض ہو جاتے اسے چلتا کردیتے، فرخ سیر نے ایک آدھ بار ان لوگوں کے اثر سے آزاد ہوکر خودمختار ہونے کی کوشش بھی کی لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ بادشاہ اور عام لوگوں کو اپنا مخالف دیکھ کر ان لوگوں نے اپنی پوزیشن مزید مضبوط بنانے کی خاطر مرہٹوں کی خوب خوب سر پرستی کی، ان کو مغلیہ سلطنت میں اپنے کارندے مقرر کرکے مال گذاری وصول کرنے کا اختیار دے دیا، مختلف سرکاری محکموں میں دل کھول کر ان کو بڑے بڑے عہدے دیے۔ مرہٹوں نے بھی حق نمک خاصا ادا کیا اور آگے چل کر فرخ سیر کو برخاست کرانے میں سید برادران کی پوری پوری مدد کی(۶)۔

فرخ سیر کے دور حکومت میں پھر راجپوتوں، جاٹوں اور سکھوں نے سر اٹھایا، مارواڑ میں اجیت‌سنگھ نے فتنہ پیدا کرکے بہت سے شر پسندوں کو اکسا دیا تھا اور کئی شہروں پر قبضہ کر لیا تھا، اس کی سرکوبی کے لئے حسین علی کو بھیجا گیا، اس نے جا کر اجیت سنگھ کا زور توڑا۔ آگرے کے قریب جاٹوں نے لوٹ مار شروع کر رکھی تھی ان کو بھی درست کیا گیا، پنجاب میں سکھوں نے بغاوت کرکے نہ صرف لوھاگڑھ پر قبضہ کر لیا تھا بلکہ وہ دوسرے مغل علاقوں میں بھی در آئے تھے، سکھوں کی بھی سرکوبی کی گئی

۵۔ مولوی ذکاءاللہ : حوالہ ما قبل، صفحات ۱۰۷-۱۰۸ -

۶۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے حوالہ ماقبل، صفحات ۱۳۰-۱۲۹، نیز سید محمد لطیف : History of the Punjab کلکتہ ۱۸۹۱ صفحات ۱۸۸-۱۸۹ واضح رہے کہ مصنف کا نقطہ نظر نہایت متعصبانہ ہے اور انھوں نے واقعات کی تعبیر اپنے مخصوص نقطہ نظر سے کی ہے، نیز اشتیاق حسین قریشی : Ulema in Politics کراچی ۱۹۷۲، صفحہ ۱۰۲ -

اور ان کے لیڈر بیراگی بندے سنگھ کو اس کے بہت سے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے سکھوں کا زور بہت حد تک ٹوٹ گیا اور انھوں نے ایک عرصہ تک مغل حکومت کے خلاف کوئی حرکت نہیں کی، گو اندر ھی اندر خود کو ایک بڑے ھنگامہ کے لئے تیار کرتے رہے(۷)۔

۱۷۱۹ میں فرخ‌سیر نے ایک بار پھر سادات بارھہ سے گلو خلاصی کی کوشش کی اس کو اس سادات بارھہ سے تو گلو خلاصی حاصل نہ ھوسکی ھاں غم روزگار سے ضرور گلوخلاصی حاصل ھوگئی۔ اس زمانہ میں حسین علی دکن کا گورنر تھا، اس نے مرکزی حکومت کے خلاف مرہٹوں سے ساز باز کرکے دھلی پر حملہ کر دیا اور فرخ سیر کو تخت سے اتار کر پہلے اندھا کردیا اور پھر قتل کر ڈالا۔ اب ان لوگوں نے پے در پے دو ''بادشاھوں،، رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کو تخت دھلی پر بٹھایا لیکن اپنے مطلب کا نہ پاکر دونوں کو رخصت کردیا اور روشن اختر نامی ایک مغل شہزادے کو محمد شاہ کے نام سے تخت دھلی پر بٹھادیا۔ یہ وھی محمد شاہ ھے جو اپنی عیاشی طبع اور رنگینی مزاج کے سبب اردو لٹریچر میں محمد شاہ رنگیلے کے نام سے مشہور ھے۔ تخت نشینی کے وقت یہ بالکل ناتجربہ کار نوجوان تھا اس لئے اپنے پیش روؤں کے مقابلہ میں سادات بارھہ کا کچھ زیادہ ھی دست نگر تھا۔ نتیجہ وھی ھوا جو ایسے مواقع پر ھوا کرتا ھے، سید برادران پر وہ برائے نام روک ٹوک بھی باقی نہ رھی جو ان پر اس سے قبل تھی، اب وہ بالکل ھی خود مختار ھوگئے لیکن ظاھر ھے کہ یہ صورت حال دوسرے سرداروں کے لئے خوشگوار نہ ھوسکتی تھی، انھوں نے اس سازشی گروہ کا خاتمہ کرنے کے لئے خفیہ کوششیں شروع کردیں۔ ادھر محمد شاہ رنگیلا بھی اب ان لوگوں کی بالادستی اور ''سرپرستی،، سے تنگ آگیا تھا، اس نے سادات بارھہ کے مخالف گروہ کے قائد نظام الملک میر قمرالدین چین قلیچ خان کی طرف دست تعاون بڑھایا، دکن میں جہاں

۷۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے حوالہ ما قبل، صفحہ ۱۸۸

ایک عرصہ سے حسین‌علی گورنر چلا آرہا تھا نظام الملک کو خاصی مقبولیت اور اثر و رسوخ حاصل تھا۔ حسین‌علی نے جوں ھی یہ محسوس کیا کہ نظام الملک کی ذات ان دونوں بھائیوں کے اقتدار کے لئے بڑا خطرہ بن رھی ھے اس نے نظام الملک کو قوت سے کچل دینا چاھا، لیکن وہ خود ھی اس معرکہ میں میں مارا گیا، ادھر دارالحکومت دھلی میں جب عبداللہ نے یہ دیکھا کہ وہ تنہا رہ گیا ھے اور اس کے حریف نظام‌الملک نے اس کے بھائی کو قتل کردیا ھے اور دوسری طرف بادشاہ کی ھمدردیاں بھی مخالف گروہ ھی کے ساتھ ھیں تو اس نے اپنا آخری پانسا پھینکا اور رنگیلے کو تخت سے اتار کر ایک اور شخص محمد ابراھیم کو تخت دھلی پر بیٹھانا چاھا، لیکن اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ھوسکی اور اس کو محمد ابراھیم سمیت گرفتار کر کے قید کردیا گیا، اس طرح بالآخر بعد از خرابی بسیار سادات بارھہ کے اس فتنہ پرور گروہ کا خاتمہ ھوا۔

محمد شاہ رنگیلا کے دور حکومت میں پنجاب میں سکھوں کا دوبارہ عروج شروع ھوا، گرو نانک متوفی ۱۵۳۸ء نے یہ تحریک ابتداءاً ھندو مذھب میں اصلاح کے نام سے قائم کی تھی، لیکن بالآخر یہ ''اصلاح،، خود بھی اسی فساد اور انہی برائیوں کا شکار ھوگئی جو ھندوؤں میں موجود تھیں اور جن کو ختم کرنے کے لئے یہ تحریک شروع کی گئی تھی۔ تقریباً سو سال تک یہ ایک خالص مذھبی تحریک رھی، لیکن شاہ جہاں پسر جہانگیر کے دور میں ان لوگوں نے اپنی جماعت کو ایک نیم فوجی نیم مذھبی تنظیم میں بدل دیا۔ اس طرح کی نئی نئی تنظیموں میں ابتداءاً جو جوش و خروش اور مخالفین کے خلاف شدت ھوا کرتی ھے وھی ان لوگوں میں بھی پیدا ھوگئی۔ اب ان لوگوں نے مغلوں سے جنگ شروع کردی اور پنجاب اور راجپوتانہ کے علاقوں میں کافی بدامنی پیدا کی، لیکن شاہ جہاں نے ان کا زور بڑی حد تک توڑ دیا تھا، اورنگ زیب کے زمانے میں اس نیم مذھبی جنگجو گروہ نے پھر سر اٹھایا لیکن اورنگ‌زیب نے اس بغاوت کو کچل دیا اور سکھوں کے نویں گرو تیغ بہادر کو پھانسی

دیدی(۸)، اورنگ‌زیب هی کے آخری دور میں سکھوں نے اپنی اس نیم فوجی تنظیم کو ایک مکمل فوجی تنظیم میں بدل لیا اور متعدد مذھبی رسمیں بھی اپنا لیں ۔ پانچ کاف (کڑا، کچھا، کنگھا، کرپان، کیس) کا اصول بھی اسی دور کی یادگار ھے ۔ اس نئی فوجی تنظیم پر بھی اورنگ‌زیب کے جانشین بہادر شاہ نے کاری ضرب لگائی اور سکھوں کو تتربتر کر کے ان کی قوت کو ایک عرصہ کے لئے منتشر کردیا ۔ اب تقریباً چالیس پچاس برس کے بعد محمد شاہ رنگیلا کے دور میں ان لوگوں نے ایک نئے جذبہ اور جوش کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کر دی ۔ اور شمالی مغربی ھندوستان میں مغل حکومت کے لئے ایک مہیب خطرہ بن گئے ۔

محمد شاہ رنگیلا کا دور حکومت ھندوستان میں اسلامی حکومت کے زوال میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ھے، اس دور میں پے در پے ایسے واقعات رونما ھوئے جنھوں نے مغل حکومت کی بوسیدہ عمارت کو جو عرصہ سے کھوکھلی ھورھی تھی دھڑام سے گرادیا ۔ محمد شاہ ھی کے زمانے میں مغل سلطنت کی تقسیم بھی شروع ھوگئی، یوں تو اکثر و بیشتر صوبائی حکومتیں پہلے ھی سے بڑی حد تک خود مختار ھوچکی تھیں لیکن کسی صوبے نے باقاعدہ طور پر طور پر علیحدگی اختیار نہیں کی تھی ۔ جنوبی ھند میں گو مرھٹوں نے زور پیدا کر کے مالوہ گجرات اور اڑیسہ وغیرہ میں بہت کچھ اثر پیدا کرلیا تھا لیکن اس کی بھی کوئی باقاعدہ اور منظم حیثیت نہ تھی، اب پہلی مرتبہ تین صوبوں نے باقاعدہ طور پر جداگانہ ریاستوں کی صورت اختیار کرلی، یہ صوبے اودھ، بنگال اور حیدرآباد تھے ۔

حیدرآباد میں نظام خاندان کی وہ مستحکم حکومت قائم ھوئی جو دوسو سال تک جنوبی ھندوستان میں اسلامی علوم و فنون اور مسلم تہذیب و تمدن

---

۸ ۔ حوالہ ما قبل : حصہ سوم، باب اول، صفحات ۲۴۰ - ۲۷۳

کا مرکز رہی ۔ اس حکومت کا بانی نظام الملک میر قمرالدین چین قلیچ خان الملقب به آصف‌جاہ اول تھا جس نے سادات بارھه کا خاتمه کر کے هندوستان کا سیاسی اسٹیج اپنے لئے خالی کرا لیا تھا، نظام الملک آصف جاہ اول کو حیدرآباد میں پہلے هی سے خاصا اثر و رسوخ حاصل تھا جس کو اس نے استعمال کیا اور بالتدریج ایک خودمختار فرمانروا کی حیثیت اختیار کرکے ایک نئے حکمران خاندان کی بنیاد رکھدی ۔ اس خاندان کا آخری فرمانروا میر عثمان علی خان ستمبر ۱۹۴۸ میں بھارتی افواج کے هاتھوں سقوط حیدرآباد تک حکمران رها ۔ اودھ میں میر محمد امین المعروف به سعادت خان نے خود مختاری حاصل کر کے ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھی، محمد شاہ رنگیلے کے ابتدائی دور میں یه شخص پہلے آگرہ اور پھر اودھ کا گورنر بنا تھا، ۱۷۳۹ میں صفدر جنگ اس کا جانشین هوا ۔ صفدر جنگ نے آگے چل کر مغل حکومت میں وزارت عظمیٰ کا منصب بھی حاصل کیا ۔ ادھر بنگال میں مرشد قلی خان نے اورنگ‌زیب کے بعد هی سے ایک گونه نیم خود مختاری حاصل کر لی تھی جو بہت جلد مکمل خودمختاری میں تبدیل هوگئی ۔ مرشد قلی خان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شجاع الدین اور پوتا سرفراز خان بالترتیب اس کے جانشین هوئے ۔ اس زمانے میں بہار اور اڑیسه کے صوبے بھی بنگال میں شامل تھے ۔ ۱۷۴۰ میں بہار میں سرفراز خان کے نائب گورنر وردی خان نے بغاوت کر کے پورے بنگال کی حکومت پر قبضه کرلیا ۔ یه وہ زمانه هے جب بنگال میں انگریزوں کی ''تجارت'' روز بروز تیزی کے ساتھ بڑھتی جارهی تھی اور اب بنگال میں ان کی حیثیت ایک تاجر جماعت سے بڑھ کر ایک نیم فوجی سیاسی جماعت کی هو چکی تھی ۔

دوسری طرف شمال اور شمال مشرق میں روهیله پٹھانوں کا اثر و رسوخ دن‌به‌دن بڑھتا جارها تھا ۔ انھوں نے اگرچه ابھی تک کسی باقاعدہ حکومت کی بنا نه ڈالی تھی تاهم وہ شمالی هندوستان کی ایک اهم سیاسی قوت ضرور

بن گئے تھے۔ آگے چل کر روھیلوں نے ھندوستان کی تاریخ میں نمایاں سیاسی اور فوجی کردار ادا کیا۔

اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر بہت سی قوتوں نے جنوبی ایشیا کے اس ''مرد بیمار،، میں سے اپنا حصہ بٹانا چاھا۔ مغربی طاقتیں سولھویں صدی عیسویں کے اوائل ھی سے ھندوستان پر نظریں جمائے ھوئے تھیں۔ ابتدائی ڈھائی صدیوں تک پرتگالی، ڈچ، اسپینی، فرانسیسی اور انگریز تاجروں کے کے بھیس میں آتے جاتے رھے، یہ لوگ گو آپس میں لڑتے جھگڑتے رھتے تھے لیکن مسلمانوں یا ھندوستان کے دوسرے مقامی لوگوں سے ان کی کبھی کوئی خاص کشمکش نہیں رھی۔ مسلمان حکمرانوں کے فیاضانہ اور رحمدلانہ سلوک سے فائدہ اٹھاتے ھوئے ان لوگوں نے اپنے لئے بہت سی مراعات حاصل کرلیں۔ سترھویں صدی کے وسط تک انگریزوں نے دوسرے ''تاجروں،، کو قریب قریب بے دخل کرکے صرف اپنی اجارہ داری قائم کرلی اور بمبئی، سورت، مدراس، کلکتہ اور چاٹگام وغیرہ میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنالیں، یہ لوگ ابتداءاً مغل حکومت کو تین ھزار روپیہ سالانہ ڈیوٹی ادا کیا کرتے تھے لیکن اورنگ‌زیب نے یہ معمولی رقم بھی معاف کردی(۹)، مگر اس معافی کا صلہ انگریزوں نے شرمناک احسان فراموشی کی شکل میں دیا اور ۱۶۸۶ میں بنگال میں مغل افواج کے مرکز پر حملہ کردیا۔ بنگال کے گورنر شائستہ خان نے انگریزوں کی تمام فیکٹریاں اور دوسری املاک ضبط کرکے ان کو ایک خاص علاقہ میں محدود کردیا۔ ۱۶۸۸ میں انگریزوں کے ایک بحری دستہ نے نہ صرف مغل بحری دستہ کے کئی جہاز پکڑ لئے بلکہ حج کو جانے والے بعض حجاج کو بھی قید کرلیا۔ اورنگ زیب نے اس شرارت کا سختی سے نوٹس لیا اور انگریزوں کی تمام جائدادیں ضبط کرکے تمام انگلستانی باشندوں کو

---

۹ - بحوالہ پروفیسر کے علی : A New History of Indo-Pakistan Since Muslim Rule ڈھاکہ ۱۹۶۹ صفحہ ۳۷۶

اپنی قلمرو سے نکل جانے کا حکم دے دیا، لیکن انگریزوں نے نہایت الحاح۔ زاری کے ساتھ معافی مانگ لی اور جرمانہ ادا کرکے وهی سابقه مراعات دوباره حاصل کر لیں (۱۰)۔ دس سال بعد ۱۶۹۸ء میں ان کو بعض علاقوں کی زمینداری بھی عطا کردی گئی۔ ۱۷۰۰ء میں انگریزوں نے کلکته میں قلعه ولیم تعمیر کیا جو آگے چل کر انگریزوں کی استعماری تحریک کا صدر مرکز ثابت هوا۔

محمد شاہ رنگیلے کے دور حکومت میں هندوستان کو منجمله دوسرے مصائب کے حملۂ نادری کا بھی سامنا کرنا پڑا، نادرخاں ایران کا افشار قبیله کا ایک معمولی فوجی سردار تھا جو وهاں کی افراتفری سے فائده اٹھا کر حکمران بن بیٹھا تھا۔ ابتداءاً اس نے مغربی اور شمالی مغربی سمت میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینی چاهی، اس سلسله میں اس نے دولت عثمانیه سے بھی کئی مرتبه جنگیں کیں لیکن وهاں سے ناکامی کا منه دیکھنے کے بعد اس نے مشرق کا رخ کیا، اور قندهار، کابل اور غزنی پر قبضه کرتے هوئے وه درۂ خیبر کے راسته هندوستان میں وارد هوا، یهاں اس نے اٹک کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا اور آگے بڑھ کر سلطنت مغلیه کی کمزوری اور بدنظمی سے فائده اٹھا کر هندوستان کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ یه واقعه ۱۷۳۸-۱۷۳۹ کا هے، مغلوں کی بے پرواهی کا اندازه اس امر سے لگا یا جا سکتا هے که لاهور پر قبضه کرنے کے بعد نادرشاہ نے مغل شهنشاه محمد شاہ کو متعدد انذار نامے بھیجے، لیکن اس نے ان تحریروں کو درخوراعتناء هی نه سمجھا اور مذاق و استهزاء میں اس کی ان دھمکیوں کو اڑا دیا۔ ایک مرحله پر یه تجویز بھی سامنے آئی که دو کروڑ روپیه دے کر نادر شاہ سے جان چھڑا لی جائے، نادرشاہ بھی اس پر متفق هوگیا تھا لیکن برهان‌الملک سعادت خاں جو نظام‌الملک کے سیاسی مخالفین میں سے تھا عین موقع پر نادر خاں سے مل گیا اور اس کو یه باور

---

۱۰ - حواله ما قبل، صفحه ۳۷۶-۳۷۷

کرایا کہ دھلی پر حملہ اور قبضہ کی صورت میں دو کروڑ سے کہیں زیادہ رقم ملنے کی توقع ھے، اس لئے دانشمندی کا تقاضا ھے کہ اس تجویز کو کالعدم قرار دیکر دھلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے(۱۱)۔ بالآخر ۱۲ مارچ ۱۷۳۹ کو نادرشاہ دھلی میں داخل ھوگیا اور اس کے بعد جو ھوا وہ تاریخ کے طلبہ سے ڈھکا چھپا نہیں۔ دھلی کے باشندوں نے جو اب تک خواب غفلت میں سو رہے تھے مزید غفلت کا ثبوت یہ دیا کہ نہ صرف نادرشاہ کے چند سپاھیوں کو قتل کردیا بلکہ جب نادرشاہ دھلی میں فاتحانہ داخل ھوکر ایک گلی سے گذر رھا تھا تو قریب کے کسی مکان سے اس پر فائرنگ کی گئی۔ اس حرکت پر غضبناک ھوکر نادرشاہ نے قتل عام کا حکم دے دیا، صرف ایک روز میں ڈیڑھ لاکھ بے گناہ شہری قتل کردئے گئے، بالآخر نظام الملک کی درخواست پر شام کے وقت یہ قتل عام بند ھوا۔ قتل عام کے بعد لوٹ مار شروع ھوئی دھلی کے مختلف سرداروں اور ممتاز باشندوں پر بھاری تاوان جنگ عائد کیا گیا، سرکاری خزانہ تقریباً سارا کا سارا لوٹ لیا گیا۔ لوٹے جانے والے سرکاری خزانے کی تفصیلات بیان کرتے ھوئے ممتاز مورخ پروفیسر شیخ عبدالرشید لکھتے ھیں:
''موتیوں، ھیروں اور سرکاری خزانے سے لوٹے جانے والے دوسرے جواھرات کی مالیت کے بارے میں کہا جاتا ھے کہ اس کا اندازہ ھی نہیں کیا جاسکتا، ان جواھرات میں شاھجہاں کا ''عجیب و غریب تخت طاؤس بھی شامل تھا جس کے صرف جواھرات کی قیمت — تخت کی قیمتی دھاتوں کی مالیت کا حساب لگائے بغیر — دو کروڑ روپے تھی،،(۱۲)۔ اس لوٹ مار سے فارغ ھوکر نادرشاہ جب واپس ایران گیا تو وہ اس قدر دولتمند ھو چکا تھا کہ اس نے پورے ایران میں تین سال کے لئے تمام ٹیکس، محصولات اور مالیہ جات معاف کردئے(۱۳)۔

---

۱۱ - شیخ عبدالرشید A Short History of Pakistan جلد سوم (مرتبہ اشتیاق حسین قریشی)، کراچی ۱۹۶۷، صفحہ ۱۳۰ -

۱۲ - حوالہ ما قبل، صفحہ ۱۳۱

۱۳ - ایضاً -

۱۷۴۸ میں محمد شاہ رنگیلے کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ اس کا جانشین ہوا۔ احمد شاہ انتظام، لیاقت اور حکومتی صلاحیتوں کے اعتبار سے اپنے باپ اور پیشرو سے بھی گیا گزرا تھا اس میں نہ مردم شناسی تھی کہ بہتر کام کے لئے بہتر اشخاص کو مقرر کرسکتا اور نہ اس میں اتنی صلاحیت تھی کہ امور مملکت اور کاروبار سلطنت کی دیکھ بھال خود کرسکے، اس کا بیشتر وقت باپ کی سنت کے مطابق عیاشیوں اور رنگ رلیوں میں گذرتا تھا۔ صفدر جنگ امور مملکت کا مختار کل بن گیا تھا، اس نے اپنے ذاتی مفادات کے لئے نہ صرف مسلمانوں کے مفاد کو نقصان پہنچایا بلکہ محض اپنے سیاسی مخالفین کو نیچا دکھانے کے لئے اس نے مرہٹوں اور جاٹوں کے اثرات کو بڑھایا اور اس طرح ان کو دارالحکومت دھلی کی ایک نہایت مضبوط سیاسی قوت بنادیا(۱۴)۔

احمد شاہ کے شش سالہ دور حکومت میں افغانستان کے حکمراں غازی احمد شاہ ابدالی نے دوسری بار ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس سے قبل بھی اس کی ایک مختصر سی جھڑپ محمد شاہ رنگیلے کے دور حکومت کے آخری سال (۱۷۴۸) میں ہوچکی تھی، اگلے سال (۱۷۴۹ میں) بھی اس نے ایک حملہ ہندوستان پر کیا لیکن اس میں بھی کوئی خاص کامیابی حاصل کئے بغیر لاھور ھی سے واپس ہوگیا۔ ۱۷۵۱ میں احمد شاہ نے ہندوستان پر تیسرا حملہ کیا اور ملتان و پنجاب کے بیشتر علاقے اپنی سلطنت میں شامل کرلئے۔

چند سال بعد ۱۷۵۴ میں غازی الدین نے احمد شاہ کو تخت سے اتار کر اندھا کردیا اور ایک مغل شہزادے کو عالمگیر ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھایا اور عملاً معاملات کا مختار خود بن گیا، اس سے اس کے حوصلے بڑھے، ۱۷۵۶ میں اس نے پنجاب کے معاملات میں فوجی اور سیاسی مداخلت کرکے ایک شخص آدینہ بیگ کو وھاں کا گورنر مقرر کردیا۔ احمد شاہ ابدالی نے

---

۱۴ - تفصیلات کے لئے دیکھئے : A History of Freedom Movement جلد اول، صفحات ۱۰۷ - ۱۱۱ نیز مولوی ذکاء اللہ : حوالہ ما قبل، جلد نہم صفحہ ۳۰۰ نیز اشتیاق حسین قریشی: Ulema in Politics صفحہ ۱۰۲

اس مداخلت کا سخت نوٹس لیا اور وہ چوتھی مرتبہ فوج لے کر ہندوستان میں وارد ہوا۔ احمد شاہ ابدالی سیدھا دھلی کی طرف بڑھا اور جنوری ۱۷۵۷ میں دھلی میں داخل ہوگیا، وھاں اس نے ایک فاضل اور باصلاحیت سردار نجیب خان کو امیر الامراء کا لقب دیکر بادشاہ کا نگراں مقرر کیا اور واپس ہوگیا۔

(جاری)